عالمی عدالت کا وارنٹ کتنا قابل عمل؟

شاہنواز احمد صدیقی

گزشتہ دنوں بین الاقوامی عدالت برائے انصاف (آئی سی جی) نے اسرائیل اور حماس کی قیادت کے خلاف گرفتاری کا وارنٹ جاری کر کے نہ صرف اسرائیل بلکہ اس کے مغربی حمایتیوں کو مشکلات میں ڈال دیا ہے۔ ہیگ کی بین الاقوامی عدالت کے چیف پراسیکوٹر اے خان نے اسرائیلی وزیراعظم بنجامن نتن یاہو اور وزیر دفاع یوواہ گلانٹ کے خلاف گرفتاری کا وارنٹ جاری کر کے صیہونی ریاست پر دباؤ ڈال دیا ہے۔

اس سے قبل سال رواں 2024 کے اوائل میں 26 جنوری کو عالمی عدالت نے فیصلہ صادر کیا تھا کہ فلسطینیوں کو آزادی اور خودمختاری کا حق ہے، فلسطینیوں کو عزت، آزادی اور وقار کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا حق ہے اور اسرائیل اس قوم کو اپنے بنیادی حق سے محروم کر کے بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ ہیگ کی عالمی عدالت کا کہنا ہے کہ اسرائیل غزہ جنگ کے ذریعہ انسداد نسلی تطہیر، قتل عام کے قانون Convention on Prevention and Punishment of the Crime of Genocide، 1948 کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ عالمی عدالت نے ان جرائم کے لیے حماس قیادت اور اسرائیل کے وزیراعظم اور وزیر دفاع کو مجرم قرار دیا ہے۔ یہ قانونی پابندی مزید اسرائیل کو مجبور کرتی ہے کہ وہ قتل عام کے شواہد کو محفوظ رکھے اور 30 دن کی مدت میں یہ بتائے کہ اسرائیل کی حکومت نے اس کے احکامات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کیا کیا ہے۔ عالمی عدالت مزید تفتیش کرے گی کہ یہ الزامات کہاں تک درست ہیں اور اس کے لیے کیا پہلو ہیں۔

عالمی عدالت کے اس فیصلے سے یورپ میں انتشار ہے اور کئی ملک جو بلاشرط اسرائیل کو حمایت دیتے ہیں، دباؤ محسوس کر رہے ہیں۔ یوروپین یونین کے کئی ممالک نے اسرائیل کی بربریت کی سخت چینی کی ہے، ان میں بلجیم نے تو اسرائیل پر پابندی تک لگانے کا مطالبہ کیا ہے۔ جبکہ جرمنی اور کچھ دیگر یورپی ممالک اسرائیل کو اس طرح شترِ بے مہار چھوڑنے کے موقف کے حامی ہیں، جرمنی ان ممالک میں شامل ہے جو اسرائیل کو جدیدترین اسلحہ فراہم کرا رہا ہے، اسرائیل کو جرمنی سے بہت بڑی تعداد میں فوجی ساز و سامان ملتا ہے اور جرمنی جارح ریاست کو سب سے زیادہ فوجی ٹینک فراہم کراتا ہے۔

اگرچہ عالمی سطح پر اسرائیل کو 7 اکتوبر 2023 کے مقابلے میں اب زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، کئی یورپی ممالک نے فلسطین کو ایک ریاست کا درجہ دینے کا اعلان کر دیا ہے اور اسرائیل کے دباؤ کے باوجود آئرلینڈ، اسپین، ناروے نے کہا ہے کہ یہ ممالک 28 مئی کو فلسطین کو باقاعدہ مملکت کے طور پر تسلیم کر لیں گے۔ ناروے مسئلہ فلسطین کو حل کرانے میں اہم رول ادا کرتا رہا ہے۔ 1993 کا اوسلو سمجھوتہ ناروے کی دوراندیش اور غیر جانبدار قیادت کی وجہ سے ممکن ہو سکا تھا۔

اس وقت عالمی دباؤ اور ارض فلسطین میں اتھارٹی سے مجبور ہو کر اسرائیل کی قیادت نے پی ایل او کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا تھا مگر بعد میں وہاں کی قیادت نے یہ وہ کام کیا جس سے اس سمجھوتے کے نفاذ اور امن کے قیام کے مخالف طاقتیں موجود اور سابقہ لیڈر شپ ملوث تھی، اس سے متعلق قیاس آرائیاں کی گئیں۔

عالمی عدالت میں فلسطینیوں کے حق میں فیصلہ آنے کے بعد اب یہ سوال اٹھ رہا ہے کہ اس فیصلہ پر عمل آوری کون کرائے گا۔ مبصرین کو ابھی بھی لگتا ہے کہ اسرائیل کے معاملہ میں اسرائیل نوازوں کے موقف میں تبدیلی کا امکان بہت کم ہے۔ علاوہ ازیں اس کا بھی امکان نہیں ہے کہ غزہ میں اسرائیل کی بربریت پر بھی یہ فیصلہ اثر انداز ہو سکے۔

اسرائیل بین الاقوامی قوانین کی صریحاً خلاف ورزی کر رہا ہے۔ سب کو معلوم ہے اور ان ممالک کے غیر سرکاری ادارے، انسانی حقوق کے رضاکار اور تنظیمیں صیہونی بربریت کے خلاف آواز بلند کر رہی ہیں۔ اس کے باوجود صیہونی طاقت کو ان ممالک کے حکمرانوں اور مقتدر طبقہ کی حمایت مل رہی ہے۔ اسرائیل کا سرپرست اعلیٰ پہلے ہی جنوبی افریقہ کے اس کیس کو بے محل قرار دے چکا ہے۔ امریکہ نے کہا ہے کہ اس کیس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ امریکہ کے اس موقف کے باوجود عالمی عدالت کا فیصلہ پوری دنیا کے لیے چشم کشا ہے۔ ہیرکیف، عالمی عدالت کے فیصلہ نے فلسطینیوں کے حق میں فضا بنانے اور مغرب اور امریکہ کے انسانی حقوق کے تئیں موقف کے قول و فعل کے تضاد کو طشت از بام ضرور کر دیا ہے۔ خیال رہے کہ امریکہ کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے جو عالمی عدالت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ اسرائیل ہیگ عدالت کو تسلیم کرتا ہے اور ان سے اپنے کیس کی پیروی کے لیے اپنے حمایتیوں کو ہیگ بھیجا تھا۔

دراصل ابھی عالمی عدالت کے زیر غور ایک اور اسرائیل کیس سماعت میں آنے والا ہے۔ یہ کیس اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد کے بعد عالمی عدالت گیا ہے۔ اس کیس میں اسرائیل کے قبضہ والے علاقوں کو خالی نہ کرنے کے بابت ہیگ کی قانونی رائے اور فیصلہ طلب کیا گیا ہے۔ اس عرضی میں پوچھا گیا ہے کہ اگر اسرائیل ان متبوضہ مقامات کو خالی نہیں کرتا ہے تو اس کے خلاف کیا کارروائی کی جا سکتی ہے اور بین الاقوامی قوانین کے نفاذ کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے۔

عالمی عدالت کے بارے میں امریکہ کا رویہ بالکل روایتی ہے۔ 1984 میں نکاراگوا اور امریکہ کے درمیان کے تنازع پر عالمی برادری کا ردعمل اظہرمن الشمس ہے۔ مگر یوروپی ممالک اقوام متحدہ اور آئی سی جی کے معاملہ میں زیادہ محتاط ہیں اور وہ ان قوانین کا احترام کرتے ہیں۔ مگر یوروپی یونین میں اختلافات ہیں۔ 27 ممبر ممالک پر مشتمل یونین کیا موقف اختیار کرتی ہے، یہ ابھی دیکھنا ہوگا۔ کئی مبصرین کا کہنا ہے کہ فرانس اس فیصلہ کو محدود جنگ بندی اور انسانی ضروریات کے سامان کی سپلائی کو بڑھانے کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ یوروپی ممالک بہتر اور موثر طریقہ سے عدالت کے فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے پہل کر سکتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ مستقبل قریب یا بعید میں تل ابیب پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ جنگ بندی، غزہ کی تعمیر اور دو ریاستی حل کو تسلیم کرے اور اس فارمولے کو عملی جامہ پہنائے۔ ■

ہیگ کی بین الاقوامی عدالت کے چیف پراسیکوٹر اے اے خان نے اسرائیلی وزیراعظم بنجامن نتن یاہو اور وزیردفاع یوواو گلانٹ کے خلاف گرفتاری کا وارنٹ جاری کرکے صھیونی ریاست پر دباؤ ڈال دیا ھے۔ عدالت کا کھنا ھے کہ اسرائیل غزہ جنگ کے ذریعہ انسداد نسلی تطھیر، قتل عام کے قانون 1948 کی خلاف ورزی کررھاھے۔ یہ وارنٹ اسرائیل کو مجبور کرتا ھے کہ وہ قتل عام کے شواھد کو محفوظ رکھے اور 30 دن کی مدت میں یہ بتائے کہ اسرائیل کی حکومت نے اس کے احکامات کو عملی جامہ پھنانے کے لیے کیا کیا ھے۔

اسرائیلی مصنوعات یا اسرائیل نواز کمپنیوں اور تجارتی اداروں کے بائیکاٹ نے بھی اسرائیل کی کمر توڑ دی ہے اور اس کے علاوہ پوری دنیا سے اسرائیل کی طرف آنے والے ٹریفک میں بھی تخفیف واقع ہوئی ہے جو کسی بھی مضبوط ملک اور معیشت کے لیے اچھی علامت نہیں ہے۔

کیا اسرائیل ناکامی کے دہانے پر ہے

کچھ مبصرین کا کہنا ہے کہ اسرائیل کو غزہ میں انہیں حالات کا سامنا کرنا پڑے گا جن کا حالات کا سامنا امریکہ کی قیادت والی بین الاقوامی افواج کو عراق اور افغانستان میں کرنا پڑا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیل کا بابینہ میں جنگ کے خاتمہ کے غزہ منصوبے کو لے کر زبردست اختلافات ہیں۔ اس کابینہ میں حماس کے حملے سے پیدا ہونے والی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے متحد حکمت عملی وضع کرنے کے لیے بنائی گئی تھی۔ مگر اس کابینہ میں اختلافات ہیں۔ کئی مبصرین کا کہنا ہے کہ غزہ میں جنگ کے خاتمہ کے بعد اسرائیلی فوج کے کنٹرول کے خلاف کئی ماہرین رائے دے رہے ہیں۔ 2005 میں اسرائیل نے غزہ سے اپنی فوج واپس بلا لی تھی اور اس سے اسرائیل کو کافی راحت ملی تھی۔ اس کے فوجی اخراجات میں تخفیف ہوئی تھی اور اسی انخلا کے بعد غزہ میں انتخابات ہوئے تھے جس میں حماس اپنی حریف جماعت الفتح کو ہرا کر اقتدار میں آئی تھی اور اگر اب اس قدر زبردست قحط عام کے بعد اسرائیل غزہ میں اپنی فوجیں اور حفاظتی نظام میں تعینات کرتا ہے تو یہ مناسب نہیں ہوگا جنگ تین یا دو غزہ پر مکمل طور پر فوجی اقتدار اور کنٹرول چاہتے ہیں تاکہ اسرائیلی فوجی حماس کے پورے نظام کو نہیں تہس نہس کر کے وہاں پر ایک ایسا متبادل نظام قائم کر لے جو کہ اسرائیلی حکام سے براہ راست تصادم سے اجتناب کرے مگر 7 ماہ سے جاری جنگ کے باوجود اسرائیل کے سربراہان اور فوجی حکام خفیہ نظام کے اہلکار ایسے خاندانوں، افراد یا تاجروں کو تلاش نہیں کر پائے ہیں جو حماس کی جگہ پر انظام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ کئی عرب ممالک میں اسرائیل کی اس بات کے لیے سخت چینی کی ہے کہ وہ غزہ میں اپنا فوجی کنٹرول نافذ کرنے کی تگ و دو میں لگا ہوا ہے۔ اسرائیل کی حامی کئی عرب ممالک بھی اسرائیل کے اس موقف کی حمایت نہیں کرتے کہ حماس کو بدر کر کے وہاں پر کوئی متبادل فوجی نظام یا عوامی نظام یا حکومت قائم کر لیا جائے۔

خیال رہے کہ فلسطینی اتھارٹی کو اس بات کے لیے تیار کیا جا رہا ہے کہ وہ مغربی کنارے کے علاوہ غزہ میں بھی اپنے قانون نافذ کرنے والے نظام اور سول انتظامیہ کی توسیع کر دے۔ کئی ماہرین غزہ کے زمینی حالات کے بارے میں بتاتے ہیں کہ اسرائیلی فوجی غزہ میں زیادہ طویل عرصہ تک قیام نہیں کر سکتے۔ ایک تو 7 ماہ سے جاری بدترین فوجی کارروائی میں پورے نظام کو دربرہم کر دیا ہے۔ ڈرینج سسٹم خراب ہو گیا ہے، سڑکوں پر پانی بہہ رہا ہے، گندگی کی بھرمار اور وہاں بجلی ہے اور نہ پانی ہی دوسری ضروریات جو کہ آج کے جدید انسان کے لیے لازمی ہیں۔ سخت گرمی میں اسرائیلی فوجی جو کارروائی انجام دے رہے ہیں وہ حالات بھی تکلیف دہ ہیں، مچھروں کی بھرمار سے عام فوجی اور دیگر حکام پریشان ہیں۔ اس کے علاوہ غزہ آتی بڑی تعداد میں فوجی کے قیام کے لیے ایک خطیر رقم درکار ہوگی۔ ظاہر ہے کہ یہ حالات اسرائیل کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ فی الحال کچھ ایسے متبادل کو تلاش کرتے رہے جو آگے چل کر حماس کے بنائے ہوئے نظام پر کنٹرول حاصل کر لے۔ یہ حالات ان معنوں میں بھی تکلیف دہ ہیں کہ 7 اکتوبر 2023 کے حملوں کے بعد اسرائیل کی وجود کو اندرونی ملک اور بیرون ملک دباؤ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اسرائیل کے معیشت جو کہ کووڈ-19 کے بعد پٹری پر نہیں آئی تھی اس جنگ کے بعد اور چرمرائی ہے۔ بین الاقوامی تجارتی ادارے اسرائیل میں فیکٹریاں، دفاتر اور ادارے قائم کرنے سے پرہیز کرنا شروع کر دیا ہے۔ اسرائیلی مصنوعات یا اسرائیل نواز کمپنیوں اور تجارتی اداروں کے بائیکاٹ نے بھی اسرائیل کی کمر توڑ دی ہے اور اس کے علاوہ پوری دنیا سے اسرائیل کی طرف آنے والے ٹریفک میں بھی تخفیف واقع ہوئی ہے جو کسی بھی مضبوط ملک اور معیشت کے لیے اچھی علامت نہیں ہے۔ یہاں پر ایک بات قابل ذکر ہے کہ اسرائیل جو کہ پورے دنیا کے یہودیوں کے لیے ایک بڑا مرکز کا اپنی اہمیت کھوتا جا رہا ہے۔ یوری دنیا کے یہودیوں کے لیے لگتا ہے کہ یہ سرزمین اب اتنی محفوظ نہیں رہی ہے جتنی 7 اکتوبر سے پہلے کی تھی۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کا حل موجودہ اور آئندہ آنے والی اسرائیلی قیادت کو دینا پڑے گا۔ اسرائیل کے کسی بھی پڑوسی ملک کے ساتھ پرامن تعلقات نہیں ہیں۔ اسرائیل نے کئی ملک کی سرزمین پر قبضہ کر رکھا ہے۔ یمن، دمعاں، بحرین، لبنان، شام، عراق، اردن کے ساتھ اس کے شدید اختلافات ہیں اور کئی کے ساتھ وہ حالت جنگ میں ہے۔ اگر چہ کئی ممالک اسرائیل کے ساتھ سمجھوتہ کر چکے ہیں مگر 7 اکتوبر کے بحران نے اسرائیل کی پوزیشن کو اور خراب کر دیا ہے۔ اہرہیم سمجھوتہ پر اب کوئی ملک دستخط کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ اسرائیل کو اب یہ خطرہ ہے کہ سعودی عرب کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کو عرب اور مسلم دنیا سے تعلقات بہتر بنانے کے گاڑھ مرا کے حالات نے اس بات کا بالکل امکان نہیں کہ سعودی عرب رائے عامہ کے برخلاف جا کر کوئی ایسا قدم اٹھائے گا۔ ■

اسرائیل اور مصر میں معرکہ کا اندیشہ اور مغرب

مصر اپنے ملکی مفادات اور علاقے کے امن و امان میں اپنے رول کو لے کر اپنی حتی الامکان ذمہ داریاں نبھا رہا ہے مگر اب کچھ بین الاقوامی اطلاعاتی ادارے بظاہر صھیونی مفادات میں مصر کے رول کو لے کر شکوک و شبہات پیدا کررھے ھیں اور جنگ بندی میں جواب تک 'کامیابی' نھیں مل پائی ھے اس کا الزام مصر کے سر منڈھنے کی کوشش کررھے ھیں۔ خیال رھے کہ مصر کی انٹلیجنس اور سفارتی ٹیم لگاتار قطر کے ساتھ مصالحت کرکے اسرائیل کی یرغمالیوں کو رھا کرانے میں کامیاب ھوچکی ھے مگر اسرائیل کے بربریت اور صھیونی عزائم کی وجہ سے اسرائیل جنگی کارروائی میں کمی نھیں لا رھا ھے۔

غزہ میں حالیہ اور اس سے قبل کی تمام اسرائیلی بربریت آمیز کارروائیوں میں مصالحت کا رول نبھانے والا مصر اس وقت صھیونی فوجی کارروائی سے سب سے زیادہ نالاں ہے۔ 7 اکتوبر 2023 سے چلے آرہے پورے تنازع کے بعد سے دونوں ملکوں کے تعلقات میں آئی تلخی اور ترشی کے بعد اب انٹرادی سطح پر دونوں ملک کافی حد تک متصادم نظر آ رہے ہیں اور اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسرائیل کی ہٹ دھرمی کے رویہ سے کوئی فوجی معرکہ آرائی شروع ہو جائے۔ اسرائیل اور مصر کے درمیان تعلقات 1972 کے ہیں اور مصالحت اور غارت کاری کے بعد مصر نے اسرائیل کے پنجہ استبداد سے اپنی سرزمین آزاد کرانے میں کامیابی حاصل کر لی تھی اور وادیٔ سینا واپس مصر کے پاس چلی گئی تھی جبکہ شام، جولان کی پہاڑیوں اور اردن غرب اردن اور لبنان اپنے کچھ علاقوں کو پنجہ یہود سے خالی کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ ہیرکیف، اسرائیل غزہ کی رہی سہی آبادی کو ختم کرنے اور رفح کو اپنے قبضہ میں کرنے کے لیے زمینی کارروائی کرنے کے منصوبے پر عمل کر رہا ہے مگر یہ اس کا براہ راست اثر مصر پر پڑ رہا ہے اور آگے بھی پڑے گا۔ مصر کا اندیشہ درست ہے کہ اسرائیل کی فوجی کارروائی کے بعد غزہ اور مصر کے درمیان کی سرحد ختم ہو جائے گی۔ فلسطین اس کی سرحد میں پناہ لینے کے لیے آجائیں گے۔ یہ اندیشے غیر مناسب بھی نہیں ہیں۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ رفح کی واحد سرحدی چیک پوائنٹ ہے جو غزہ کا رابطہ بین الاقوامی دنیا سے رکھتی ہے اور اگر اس سرحد کے اردگرد فوجی کارروائی ہوتی ہے تو اسرائیل اور مصر کی فوج اور غزہ میں فلسطینی حریت پسندوں کے درمیان ایک ایسا جنگی مثلث بن جائے گا جس کے بدترین حالات پیدا ہو جائیں گے۔

مصر اپنے ملکی مفادات اور علاقے کے امن و امان میں اپنے رول کو لے کر اپنی حتی الامکان ذمہ داریاں نبھا رہا ہے مگر اب کچھ بین الاقوامی اطلاعاتی ادارے بظاہر صہیونی مفادات میں مصر کے رول کو لے کر شکوک و شبہات پیدا کر رہے ہیں اور جنگ بندی میں جواب تک 'کامیابی' نہیں مل پائی ہے اس کا الزام مصر کے سر منڈھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خیال رہے کہ مصر کی انٹلیجنس اور سفارتی ٹیم لگاتار قطر کے ساتھ مصالحت کر کے اسرائیل کی یرغمالیوں کو رہا کرانے میں کامیاب ہو چکی ہے مگر اسرائیل کے بربریت اور صہیونی عزائم کی وجہ سے اسرائیل جنگی کارروائی میں کمی نہیں لا رہا ہے۔ اسرائیل عرب دنیا یا غیر جانب دار مصالحت کاروں کی معتبریت اور ان کے رول کو کم کرنے اور اپنی من مانی کرانے میں ازحد بن رہے تمام اداروں یا ملکوں کو نکتہ چینی کا نشانہ بنا تا رہا ہے۔ اس میں چاہے اقوام متحدہ کے موجودہ سکریٹری جنرل یا عالمی عدالت کے چیف پروسیکیوٹر ہوں یا کوئی بھی تیسرا فریق جو حق پسندوں میں مقبول اور معروف ہو۔ قطر کے بارے میں صہیونی اداروں اور طاقتوں نے جو پروپیگنڈہ کیا ہے، اس سے پوری دنیا واقف ہے۔ اسی طرح غزہ میں غیر معمولی خدمات انجام دینے والا اقوام متحدہ کا ادارہ برائے فلسطینی مہاجرین...دراصل غزہ میں کس طرح اور کس حد تک جنگ بندی ہوگی اس کا اثر مصر کی اپنی سرزمین پر پڑنا لازمی ہے۔ 7 اکتوبر 2023 کے حملہ کے بعد اسرائیل سب سے پہلے مصر سے اپنا سفارتی عملہ اور افسران کو واپس بلا لیا تھا اور ہوائی جہاز میں بھر کے واپس تل ابیب لے آیا تھا۔ اگرچہ حکومت مصر صہیونی ریاست کے ساتھ اپنا سفارتی رشتہ برقرار رکھے ہوئے ہے مگر مصر کی تلخ چیزوں کو دیکھتے ہوئے اب تک مصر کے عوام اسرائیل کے خلاف شدید جذبات اور نظریات رکھتے ہیں۔

اسرائیل کے اندر یرغمالیوں کی رہائی اور ان کی سلامتی کو لے کر مصر کو گھیر رہے ہیں، قطر کو بھی اسی طرح کی نکتہ چینی کا نشانہ بنایا جا تا ہے اور فلسطینیوں کے تئیں جانب دارانہ رویہ اختیار کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ حماس کو بین الاقوامی برادری تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے اور جب بھی حماس کی طاقت سے بات چیت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو قطر اور مصر کا دامن پکڑا جاتا ہے۔ قطر پر حماس کی قیادت کو پناہ دینے اور ان کی میزبانی کرنے کا الزام ہے، قطر نے طالبان سے مذاکرات کر کے امریکہ کو افغانستان سے نکلنے کا موقع اور مہلت فراہم کی تھی۔

دراصل اسرائیل غزہ پر اپنا پرچم بلند کرنا چاہتا ہے کہ وہاں اس کا اقتدار اعلیٰ قائم ہو جائے۔ اسرائیل رفح کی غزہ کی طرف اپنی فوج کا کنٹرول چاہتا ہے، جس پر مصر راضی نہیں ہے۔

غزہ۔فلسطینیوں کی خودی نمائندگی کرنے والا کوئی نہیں ہے اور ایسے حالات میں ان کو بے دست و پا چھوڑنا اور اسرائیل اور امریکہ کی شرائط کو آگے موجود کرنا مناسب نہیں ہے۔ ان دونوں ملکوں کا یہی موقف اسرائیل اور اسرائیل نوازوں کی الجھن کا سبب ہے۔ مصر جانتا ہے کہ غزہ کی طرف کی رفح کراسنگ پر فلسطینی کنٹرول ہو۔ یہ صورت حال خود مصر کے لیے بھی کم پریشان کن نہیں ہوگی اور غزہ کو ملنے والی عالمی برادری کی امداد میں بھی اسرائیل کی وجہ سے مزید رکاوٹیں پیدا ہوں گی۔ خیال رہے کہ مصر کے فوجی اور ڈرائیور رفح میں امداد کی ترسیل میں اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ اب اسرائیلیوں اور امریکیوں نے رسدی ترسیل میں آری رکاوٹوں کے لیے مصر کی فوج کو ہی مورد الزام ٹھہرانا شروع کر دیا ہے۔

اقوام متحدہ کے ادارہ برائے مہاجرین یو این ایم آر جس طرح اسرائیلی فوج زمینی کارروائی کے لیے مصر ہے، اس نے نہ صرف یہ کہ مسئلہ فلسطین کا حل مشکل تر ہو جائے گا بلکہ غزہ سے مصر کے اندر بڑے پیمانے پر مہاجرین منتقل ہوں گے اور ظاہر ہے کہ یہ صورت حال مصر کو تکلیف دہ ڈالنے والی ہوگی۔

مصر کے لیے یہ سیکورٹی کا مسئلہ ہوگا۔ لہٰذا اس نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ ان کا ملک کسی بین الاقوامی مجاہدے پر اندھے طریقہ سے عمل کر کے اپنی خودی سیکورٹی کو خطرے میں نہیں ڈالے گا۔ اس وقت اردن، لبنان، شام اور اسرائیل کے کنٹرول والے مغربی کنارے اور غزہ میں 5.6 ملین فلسطینی مہاجرین ہیں۔ یہ 1948 کے اسرائیل کے ذریعہ نکالے گئے فلسطینیوں کی اولاد ہیں ہیں۔ ■